سلسلۂ اشاعت ۲

وَالْفَجْرِ ۝۱ وَلَيَالٍ عَشْرٍ ۝۲ وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ۝۳ (سورۃ الفجر)

احکامِ ذی الحجہ

(عشرۂ ذی الحجہ، یومِ عرفہ، یومِ نحر، ایامِ تشریق، عیدالاضحیٰ، قربانی)

ترتیب

زین العابدین قاسمی

خادم جامعہ قاسمیہ اشرف العلوم نواب گنج علی آباد
ضلع بہرائچ یوپی

ناشر

شعبۂ نشر و اشاعت

جامعہ قاسمیہ اشرف العلوم نواب گنج علی آباد ضلع بہرائچ یوپی

Mo. : 9670660363

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ذوالحجہ:

اسلامی/ہجری کیلنڈر کا بارہواں اور آخری مہینہ "**ذُوالْحِجَّہ**" ہے، یہ مہینہ اُن تین مہینوں میں سے ایک ہے جن کو "اَشھُرِ حج" (حج کے مہینے) کہا جاتا ہے۔

فائدہ: شوال، ذوالقعدہ اور ذوالحجہ کے دس دن "اَشھُرِ حج" (حج کے مہینے) ہیں۔

اِسی طرح ذوالحجہ اُن چار مہینوں میں سے ایک ہے جن کو "اَشھُرِ حُرُم" (عظمت و حرمت والے مہینے) کہا جاتا ہے۔

فائدہ: ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور رجب "اَشھُرِ حُرُم" (عظمت وحرمت والے مہینے) ہیں

ذوالحجہ کے مہینے سے اسلام کی تین ایسی عبادتیں متعلق ہیں جو سال میں ایک بار اور اِسی مہینے میں آتی ہیں۔ ایک تو اسلام کا آخری اور تکمیلی رکن "حج"، دوسری "نماز عیدالاضحیٰ" اور تیسری "قربانی" ہے۔

عشرۂ ذی الحجہ:

اس مہینہ کے شروع والے دس دنوں کو "عشرۂ ذِی الحجہ" کہا جاتا ہے، ان دس دنوں کو خاص فضیلت حاصل ہے۔ قرآن کریم میں ان دس راتوں کی قسم کھائی گئی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالْفَجْرِ ۝١ وَلَيَالٍ عَشْرٍ ۝٢ وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ۝٣ (سورۃ الفجر)

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کریمہ کا تفسیری ترجمہ یوں فرماتے ہیں:

"قسم ہے فجر (کے وقت) کی، اور (ذی الحجہ کی) دس راتوں (یعنی دس تاریخوں) کی (کہ وہ نہایت فضیلت والی ہیں۔۔۔) اور جفت کی اور طاق کی (جفت سے مراد دسویں تاریخ ذی الحجہ کی اور طاق سے نویں تاریخ۔۔۔"

(تفسیر بیان القرآن جلد ۳ ص ۶۵۴)

حضرت مفتی محمد شفیع عثمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"لَيَالٍ عَشْرٍ یعنی دس راتیں، حضرت ابن عباسؓ، قتادہ، مجاہد، سُدّی، ضحاک، کلبی ائمۂ تفسیر کے نزدیک ذی الحجہ کی ابتدائی دس راتیں مراد ہیں؛ کیونکہ حدیث میں ان کی بڑی فضیلت آئی ہے۔۔۔۔۔۔۔اور ابوالزبیر نے حضرت جابرؓ سے روایت کیا ہے کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وَالْفَجْرِ وَلَيَالٍ عَشْرٍ کی تفسیر میں فرمایا کہ اس سے مراد عشرۂ ذی الحجہ ہے۔" (معارف القرآن ۸/ ۷۳۹)

حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب فرماتے ہیں:

"اور دس راتوں سے مراد ذوالحجہ کے مہینے کی پہلی دس راتیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے خصوصی تقدّس عطا فرمایا ہے، اور اس میں عبادت کا بہت ثواب ہے۔ جفت سے مراد ۱۰/ ذوالحجہ کا دن اور طاق سے مراد عرفے کا دن ہے جو ۹/ ذوالحجہ کو آتا ہے۔ اِن ایام کی قسم کھانے سے ان کی اہمیت اور فضیلت کی طرف اشارہ ہے۔" (آسان ترجمۂ قرآن ۳/ ۱۹۲۲)

حدیث شریف میں بھی ان دس دنوں کی بڑی فضیلت آئی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَامِنْ اَيَّامٍ الْعَمَلُ الصَّالِحُ فِيهِنَّ اَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ مِنْ هٰذِهِ الْاَيَّامِ الْعَشْرِ، فَقَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! وَلَا الْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: وَلَا الْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، اِلَّا رَجُلٌ خَرَجَ بِنَفْسِهٖ وَمَالِهٖ فَلَمْ يَرْجِعْ مِنْ ذٰلِكَ بِشَيْءٍ۔ (رواہ الترمذی)

ترجمہ: نہیں ہے کوئی بھی دن جس میں نیک عمل اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسند ہو ان دس دنوں سے (یعنی اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسند ان دس دنوں کے اعمال ہیں؛ البتہ اس سے رمضان مستثنیٰ ہے، جیسے بعض حدیثوں میں نوافل کی فضیلت آئی ہے ان سے فرض واجب اور سنن مؤکدہ مستثنیٰ ہیں) لوگوں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! اللہ کے راستے میں جہاد کرنا بھی؟ (یعنی ان دس دنوں کے علاوہ دنوں میں اگر اللہ کے راستے میں جہاد کیا جائے تو کیا وہ

بھی اللہ کو زیادہ پسند نہیں؟) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے راستے میں جہاد کرنا بھی، مگر یہ کہ کوئی شخص اپنی جان اور اپنے مال کے ساتھ نکلے اور ان میں سے کچھ بھی لے کر واپس نہ آئے (یعنی شہید ہو جائے تو اس کا جہاد عشرۂ ذی الحجہ کے عمل سے افضل ہوگا، رہا وہ مجاہد جو جہاد سے صحیح سلامت واپس آگیا یا دوسرے کے تعاون سے جہاد میں گیا اور شہید ہوگیا تو اس کا جہاد ان دس دنوں کے عمل سے افضل نہیں ہوگا)۔ (تحفۃ الالمعی شرح ترمذی ج ۳ ص ۱۳۱)

حضرت مولانا منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

"جس طرح اللہ تعالی نے ہفتہ کے سات دنوں میں سے جمعہ کو، اور سال کے بارہ مہینوں میں سے رمضان مبارک کو اور رمضان کے تین عشروں میں سے عشرۂ اخیر (یعنی رمضان کے آخری دس دنوں) کو خاص فضیلت بخشی ہے اسی طرح ذوالحجہ کے پہلے عشرہ (یعنی شروع کے دس دنوں) کو بھی فضل و رحمت کا خاص عشرہ قرار دیا ہے، بہر حال یہ رحمتِ خداوندی کا خاص عشرہ ہے، ان دنوں میں بندے کا ہر نیک عمل اللہ تعالی کو بہت محبوب (پسند) ہے، اور اس کی بڑی قیمت ہے۔ (معَارِفُ الحدیث جلد ۳ صفحہ ۴۱۷، ۴۱۸)

ایک دوسری حدیث میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَا مِنْ اَیَّامٍ اَحَبُّ اِلَی اللّٰہِ اَنْ یُّتَعَبَّدَ لَہٗ فِیْھَا مِنْ عَشْرِ ذِی الْحِجَّۃِ یَعْدِلُ صِیَامُ کُلِّ یَوْمٍ مِّنْھَا بِصِیَامِ سَنَۃٍ وَقِیَامُ کُلِّ لَیْلَۃٍ مِنْھَا بِقِیَامِ لَیْلَۃِ الْقَدْرِ۔ (رواہ الترمذی و ابن ماجۃ)

ترجمہ: کسی بھی دن میں عبادت کرنا اللہ کو اتنا محبوب (پسندیدہ) نہیں جتنا عشرۂ ذی الحجہ میں عبادت کرنا محبوب ہے۔ (یعنی ان دنوں کی عبادت اللہ تعالیٰ کو دوسرے دنوں کی عبادت سے زیادہ محبوب ہے) اس عشرہ کے ہر دن کا روزہ سال بھر کے روزوں کے برابر ہے اور اس کی ہر رات کی نفلیں شب قدر کی نفلوں کے برابر ہے۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

حضرت الاستاذ مفتی سعید احمد پالنپوری رحمۃ اللہ علیہ سابق شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند فرماتے ہیں:

"عشرۂ ذی الحجہ کے روزے بالاجماع مستحب ہیں، اور عشرہ سے مراد ذی الحجہ کے شروع کے نو دن ہیں، دسواں دن مراد نہیں؛ اس لیے کہ وہ عید الاضحیٰ کا دن ہے اس میں روزہ حرام ہے"
(تحفۃ الالمعی ۳/ ۱۲۹، ۱۳۰)

یومِ عَرَفہ کی فضیلت:

ذوالحجہ کی نویں تاریخ کو "**یَومِ عَرَفَه**" کہا جاتا ہے، اس دن روزہ رکھنا مستحب ہے اور اس کی فضیلت یہ ہے کہ اس سے دو سال کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

صِیَامُ یَوْمِ عَرَفَةَ اَنِّیْ اَحْتَسِبُ عَلَی اللہِ اَنْ یُّکَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِیْ بَعْدَهٗ وَالسَّنَةَ الَّتِیْ قَبْلَهٗ۔

ترجمہ: عرفہ کے دن کا روزہ؛ بیشک میں اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید باندھتا ہوں کہ وہ مٹا دیں گے اُس سال (کے گناہوں) کو جو بعد میں آنے والا ہے اور اُس سال (کے گناہوں) کو جو گذر چکا ہے۔ (یعنی ایک سال اگلے اور ایک سال پچھلے کے گناہوں کو مٹا دیں گے) (مسلم، ترمذی)

یومُ النّحر / یومُ الاَضحیٰ:

ذوالحجہ کی دسویں تاریخ کو "**یومُ النّحر یومُ الاَضحیٰ**" یعنی قربانی کا دن اور "عیدُ الاضحیٰ، عید قُرباں اور بقر عید" کہا جاتا ہے۔ اسی دن دوسری عید یعنی عید الاضحیٰ منائی جاتی ہے، اور یہ دن مسلمانوں کا دوسرا مذہبی تہوار ہے۔

اسلامی تہوار؛ عید الفطر اور عید الاضحیٰ:

رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہے:

اِنَّ لِکُلِّ قَوْمٍ عِیْدًا وَ هٰذَا عِیْدُنَا۔ (رواہ البخاری)

ترجمہ: ہر قوم کی (کوئی نہ کوئی) عید ہوتی ہے اور ہماری عید یہ ہے۔ (بخاری)

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

"ہر قوم کے کچھ خاص تہوار اور جشن کے دن ہوتے ہیں، جن میں اُس قوم کے لوگ اپنی اپنی حیثیت اور سطح کے مطابق اچھا لباس پہنتے اور عمدہ کھانے پکاتے اور کھاتے ہیں، اور دوسرے طریقوں سے بھی مسرت و خوشی کا اظہار کرتے ہیں یہ گویا انسانی فطرت کا تقاضا ہے؛ اسی لیے انسانوں کا کوئی طبقہ اور فرقہ ایسا نہیں ہے جس کے یہاں تہوار اور جشن کے کچھ خاص دن نہ ہوں۔ اسلام میں بھی ایسے دو دن رکھے گئے ہیں: ایک عیدالفطر اور دوسرے عیدالاضحی، بس یہی مسلمانوں کے اصلی مذہبی و ملّی تہوار ہیں۔ ان کے علاوہ مسلمان جو تہوار مناتے ہیں ان کی کوئی مذہبی حیثیت اور بنیاد نہیں ہے؛ بلکہ اسلامی نقطۂ نظر سے ان میں سے اکثر خرافات ہیں۔

مسلمانوں کی اجتماعی زندگی اُس وقت سے شروع ہوتی ہے جب کہ رسول اللہ ﷺ ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ آئے۔ عیدالفطر اور عیدالاضحی ان دونوں تہواروں کا سلسلہ بھی اُسی وقت سے شروع ہوا ہے۔ جیسا کہ معلوم ہے عیدالفطر رمضان المبارک کے ختم ہونے پر یکم شوال کو منائی جاتی ہے اور عیدالاضحی ۱۰/ ذوالحجہ کو۔ رمضان المبارک دینی و روحانی حیثیت سے سال کے بارہ مہینوں میں سب سے مبارک مہینہ ہے، اسی مہینہ میں قرآن مجید نازل ہونا شروع ہوا، اسی پورے مہینے کے روزے امت مسلمہ پر فرض کیے گئے، اس کی راتوں میں ایک مستقل باجماعت نماز (تراویح) کا اضافہ کیا گیا ہے، اور ہر طرح کی نیکیوں میں اضافہ کی ترغیب دی گئی۔ الغرض یہ پورا مہینہ خواہشات کی قربانی اور مجاہدہ کا اور ہر طرح کی طاعات و عبادات کی کثرت کا مہینہ قرار دیا گیا، ظاہر ہے کہ اس مہینے کے خاتمہ پر جو دن آئے ایمانی و روحانی برکتوں کے لحاظ سے وہی سب سے زیادہ اس کا مستحق ہے کہ اس کو اس امت کے جشن و مسرت کا دن اور تہوار بنایا جائے، چنانچہ اسی دن کو عیدالفطر قرار دیا گیا۔

اور ۱۰/ ذوالحجہ وہ مبارک تاریخی دن ہے جس میں امت مسلمہ کے مُؤسِّس و مُورِثِ اعلیٰ سیدنا حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی دانست میں اللہ تعالیٰ کا

حکم واشارہ پاکر اپنے لختِ جگر سیدنا اسماعیل علیہ السلام کو ان کی رضامندی سے قربانی کے لیے اللہ کے حضور میں پیش کر کے اور ان کے گلے پر چھری رکھ کر اپنی سچی وفاداری اور کامل تسلیم ورضا کا ثبوت دیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے عشق ومحبت اور قربانی کے اس امتحان میں ان کو کامیاب قرار دے کر حضرت اسماعیل علیہ السلام کو زندہ وسلامت رکھ کر ان کی جگہ ایک جانور کی قربانی قبول فرمالی تھی، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سر پر "اِنِّی جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا" (میں تم کو لوگوں کا پیشوا بناؤں گا) کا تاج رکھ دیا تھا، اور ان کی اس ادا کی نقل کو قیامت تک کے لیے "رسمِ عاشقی" قرار دے دیا تھا، پس اگر کوئی دن کسی عظیم تاریخی واقعہ کی یادگار کی حیثیت سے تہوار قرار دیا جاسکتا ہے تو اس امت مسلمہ کے لیے جو مِلّتِ ابراہیمی کی وارث اور اُسوۂ خلیلی کی نمائندہ ہے ۱۰/ ذی الحجہ کے دن کے مقابلے میں کوئی دوسرا دن اس کا مستحق نہیں ہوسکتا؛ اس لیے دوسری عید ۱۰/ ذی الحجہ کو قرار دیا گیا۔ جس وادی غیر ذِی زَرع (بے آب وگیاہ) میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کا یہ واقعہ پیش آیا تھا اُسی وادی میں پورے عالَمِ اسلامی کا حج کا سالانہ اجتماع اور اُس کے مَناسِک قربانی وغیرہ اس واقعہ کی گویا اصل اور اوّل درجے کی یادگار ہے، اور ہر اسلامی شہر اور بستی میں عیدالاضحیٰ کی تقریبات نماز اور قربانی وغیرہ بھی اسی کی گویا نقل اور دوم درجہ کی یادگار ہے۔ بہر حال ان دونوں (یکم شوال اور ۱۰/ ذی الحجہ) کی ان خصوصیات کی وجہ سے ان کو یومُ العید اور امت مسلمہ کا تہوار قرار دیا گیا۔"

(معارف الحدیث حصہ سوم صفحہ ۲۳۸، ۲۳۹)

حضرت الاستاذ مفتی سعید احمد پالنپوری رحمۃ اللہ علیہ سابق شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند فرماتے ہیں:

"دنیا میں ہر قوم کے لیے خوشی کا کوئی دن ہوتا ہے، اللہ عزّوجلّ نے اس امت کے لیے خوشی کے دو دن مقرر فرکیے ہیں: عیدالاضحیٰ اور عیدالفطر، مگر مسلمانوں کا طریقہ دیگر

اَقوام سے مختلف ہے، اسلام نے خوشی کے دنوں میں بھی سب سے پہلا کام عبادت مقرر کیا ہے، دوسری قومیں خوشی کے دنوں میں شور شرابا کرتی ہیں، وہ کوئی عبادت نہیں کرتیں، ہم سب سے پہلے دوگانہ ادا کرتے ہیں۔۔۔۔۔پھر چونکہ یہ دونوں دن سُرور و انبساط (خوشی) کے دن ہیں اس لیے دیگر خوشی کے کام بھی جائز ہیں؛ بلکہ ایسے کام جو گونہ مناسب نہیں اُن سے بھی صرفِ نظر کی جاتی ہے۔" (تحفۃ القاری شرح بخاری جلد ۳ ص ۲۸۰)

عیدین کا آغاز:

حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں:

قَدِمَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الْمَدِیْنَۃَ وَلَھُمْ یَوْمَانِ یَلْعَبُوْنَ فِیْھِمَا فَقَالَ: مَاھٰذَانِ الْیَوْمَانِ؟ قَالُوْا: نَلْعَبُ فِیْھِمَا فِی الْجَاھِلِیَّۃِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: قَدْ اَبْدَلَکُمُ اللّٰہُ بِھِمَا خَیْرًا مِنْھُمَا یَوْمَ الْاَضْحٰی وَیَوْمَ الْفِطْرِ۔ (رواہ ابوداؤد)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (مکہ سے ہجرت فرما کر) مدینہ تشریف لائے تو مدینہ والے (جن کی کافی تعداد پہلے ہی سے اسلام قبول کر چکی تھی) دو تہوار منایا کرتے تھے، اور ان میں کھیل تماشے کیا کرتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے پوچھا: یہ دو دن جو تم مناتے ہو ان کی کیا حقیقت اور حیثیت ہے؟ (یعنی تمہارے ان تہواروں کی کیا اصلیت اور تاریخ ہے) انھوں نے عرض کیا: ہم زمانۂ جاہلیت میں (یعنی اسلام سے پہلے) یہ تہوار اسی طرح منایا کرتے تھے، (بس وہی رواج ہے جو اب تک چل رہا ہے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمہارے ان دو تہواروں کے بدلے میں ان سے بہتر دو دن تمہارے لیے مقرر کر دئے ہیں (اب وہی تمہارے قومی اور مذہبی تہوار ہیں) یوم عید الاضحیٰ اور یوم عید الفطر۔

"قوموں کے تہوار دراصل اُن کے عقائد و تصوُّرات اور ان کی تاریخ و روایات کے ترجمان اور ان کے قومی مزاج کے آئینہ دار ہوتے ہیں؛ اس لیے ظاہر ہے کہ اسلام سے پہلے اپنی جاہلیت کے دور میں اہلِ مدینہ جو دو تہوار مناتے تھے وہ جاہلی مزاج تصورات اور

جاہلی روایات ہی کے آئینہ دار ہوں گے، رسول اللہ ﷺ نے؛ بلکہ حدیث کے صریح الفاظ کے مطابق خود اللہ تعالیٰ نے ان قدیمی (پرانے) تہواروں کو ختم کرا کے ان کی جگہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ دو تہوار اس امت کے لیے مقرر فرمادئے جو اس کے توحیدی مزاج اور اُصولِ حیات کے عین مطابق اور اس کی تاریخ و روایات اور عقائد و تصورات کے پوری طرح آئینہ دار ہیں۔ کاش! اگر مسلمان اپنے ان تہواروں ہی کو صحیح طور پر اور رسول اللہ ﷺ کی ہدایت و تعلیم کے مطابق منائیں تو اسلام کی روح اور اس کے پیغام کو سمجھنے سمجھانے کے لیے صرف یہ دو تہوار ہی کافی ہو سکتے ہیں۔" (معارف الحدیث ۳/ ۲۳۹، ۲۴۰)

اَیّامِ تشریق/تکبیر تشریق:

ذوالحجہ کے تین دنوں (گیارہویں، بارہویں اور تیرہویں تاریخ) کو "**اَیّامِ تشریق**" کہا جاتا ہے۔ یوم عرفہ، یوم النحر اور ایامِ تشریق اِن پانچ دنوں میں یعنی نویں ذوالحجہ کی فجر سے تیرہویں ذوالحجہ کی عصر تک ہر نماز کے بعد ایک مرتبہ تکبیر تشریق یعنی اَللهُ اَکْبَرُ اَللهُ اَکْبَرُ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاللهُ اَکْبَرُ، اَللهُ اَکْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ بآواز بلند پڑھنا ہر نمازی خواہ جماعت سے پڑھنے والا ہو یا تنہا، مسافر ہو یا مقیم، مرد ہو یا عورت سب پر واجب ہے؛ البتہ عورت آہستہ کہے۔

اَیّامُ النَّحر (قربانی کے دن):

ذوالحجہ کی دسویں، گیارہویں اور بارہویں تاریخ کو "**اَیّامُ النَّحر**" (قربانی کے دن) کہا جاتا ہے، قربانی کی عبادت صرف انہیں تین دن کے اندر مخصوص ہے، ان کے علاوہ دوسرے دنوں میں قربانی جائز نہیں، لہٰذا اگر قربانی کے دن گذر گئے اور قربانی اُس پر واجب تھی مگر ناواقفیت، غفلت یا کسی عذر کی وجہ سے قربانی نہیں کرسکا تو قربانی کی قیمت فقراء و مساکین پر صدقہ کرنا واجب ہے۔ ان تین دنوں میں جس دن چاہے قربانی کرسکتا ہے، البتہ پہلے دن کرنا افضل ہے، اور قربانی رات میں کرنا بھی جائز ہے مگر بہتر نہیں۔

نمازعیدالاضحیٰ:

دسویں ذوالحجہ کو پہلے ”عیدالاضحیٰ“ کی نماز پڑھی جاتی ہے اس کے بعد قربانی کی جاتی ہے۔عیدالاضحیٰ کی نماز واجب ہے،اور یہ دو رکعت ہے عام نمازوں کی طرح،فرق صرف اتنا ہے کہ اِس میں ہر رکعت میں تین تین تکبیریں زائد ہیں۔پہلی رکعت میں سبحانك اللّٰھم الخ پڑھنے کے بعد قرأت سے پہلے اور دوسری رکعت میں قرأت کے بعد رکوع میں جانے سے پہلے،ان زائد تکبیروں میں اللہ اکبر کہتے ہوئے کانوں تک ہاتھ اُٹھانا چاہئے،پہلی رکعت میں دو تکبیروں میں کانوں تک ہاتھ اٹھا کر چھوڑ دیں،تیسری تکبیر میں دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھا کر باندھ لیں،اور دوسری رکعت میں تینوں تکبیروں میں دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھا کر چھوڑ دیں،چوتھی تکبیر میں ہاتھ اٹھائے بغیر رکوع میں چلے جائیں۔نماز عید کے بعد خطبہ سنت ہے،اور شروع ہو جانے کے بعد خطبہ سننا واجب ہے،اپنی اپنی جگہ بیٹھے ہوئے خاموشی کے ساتھ خطبہ سن کر واپس آئیں،خطبہ سنے بغیر نماز عید کا ثواب نامکمل اور ادھورا رہتا ہے۔

دسویں ذوالحجہ کے دن سب سے پیارا عمل:

اس دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک بندے کا سب سے پیارا عمل ”قربانی“ ہے۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مَا عَمِلَ ابْنُ اٰدَمَ مِنْ عَمَلٍ یَوْمَ النَّحْرِ اَحَبَّ اِلَی اللّٰہِ مِنْ اِھْرَاقِ الدَّمِ وَاِنَّہٗ لَیَاْتِیْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ بِقُرُوْنِھَا وَاَشْعَارِھَا وَاَظْلَافِھَا وَاِنَّ الدَّمَ لَیَقَعُ مِنَ اللّٰہِ بِمَکَانٍ قَبْلَ اَنْ یَّقَعَ بِالْاَرْضِ فَطِیْبُوْا بِھَا نَفْسًا۔(رواہ الترمذی و ابن ماجۃ)

ترجمہ:رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یوم النحر(ذوالحجہ کی دسویں تاریخ یعنی قربانی والے دن)میں آدمی کا کوئی عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک قربانی کرنے سے زیادہ پیارا نہیں،اور قربانی کا جانور قیامت کے دن اپنی سینگوں،بالوں اور کھروں کے ساتھ آئے گا،اور

(قربانی کے جانور کا) خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ (کی رضا اور مقبولیت) کے مقام پر پہنچ جاتا ہے، تو (اے خدا کے بندو!) تم لوگ جی خوش کر کے قربانی کرو (زیادہ داموں کے خرچ ہو جانے پر دل برا مت کیا کرو)۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

حضرت الاستاذ مفتی سعید احمد پالنپوری رحمۃ اللہ علیہ سابق شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند فرماتے ہیں:

"اس (حدیث) میں قربانی کی تین فضیلتیں ہیں: پہلی فضیلت: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کوئی بھی بندہ: قربانی کے دن کوئی بھی عمل ایسا نہیں کرتا جو اللہ تعالیٰ کو خون بہانے سے یعنی قربانی کرنے سے زیادہ محبوب ہو، یعنی قربانی کے دنوں میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ عمل قربانی ہے۔ دوسری فضیلت: قربانی قیامت کے دن اپنے سینگوں، بالوں اور کھروں کے ساتھ آئے گی، یعنی جیسا جانور قربان کیا تھا ویسا ہی قیامت کے دن ملے گا، اس کا کوئی بے کار عضو بھی ضائع نہیں ہوگا، سینگ، بال اور کھر جو پھینک دیئے جاتے ہیں وہ بھی ضائع نہیں ہوں گے۔ تیسری فضیلت: قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے یہاں قبول ہو جاتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ اس پر ثواب عنایت فرماتے ہیں، قبول ہونے کا یہی مطلب ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فضیلتیں بیان کر کے فرمایا: پس خوش دلی سے قربانی کرو یعنی اس کو بوجھ مت سمجھو؛ کیونکہ تمہاری قربانی ضائع نہیں ہوگی؛ بلکہ قیامت کے دن تمہارے کام آئے گی" (تحفۃ الالمعی ۴/ ۴۲۷)

قربانی تاریخی حیثیت سے

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّن بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ ۗ فَإِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ فَلَهُ أَسْلِمُوا ۗ وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِينَ ﴿٣٤﴾

(سورۃ الحج)

ترجمہ: اور ہم نے (پچھلی) ہر امّت کے لیے (بھی) قربانی کرنا اس غرض سے مقرر کیا تھا کہ وہ ان مخصوص چوپایوں پر اللہ کا نام لیں جو اللہ نے اُن کو عطا فرمایا تھا، سو تمہارا معبود ایک ہی اللہ ہے، لہٰذا تم ہمہ تن اسی کے ہو کر رہو، اور (اے نبی ﷺ) آپ (ایسے احکام الٰہیہ کے سامنے) گردن جھکا دینے والوں کو (جنت وغیرہ کی) خوشخبری سنا دیجئے۔

(پارہ ۱۷، سورۂ حج آیت ۳۴)

حضرت مفتی محمد شفیع عثمانی صاحبؒ فرماتے ہیں:

"قربانی کا حکم جو اس امت کے لوگوں کو دیا گیا ہے کوئی نیا حکم نہیں ہے، پچھلی سب امتوں کے بھی ذمہ قربانی کی عبادت لگائی گئی تھی" (معارف القرآن ج۶ ص۲۶۶)

حضرت الاستاذ مفتی سعید احمد پالنپوری رحمۃ اللہ علیہ سابق شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند فرماتے ہیں:

"قربانی۔۔۔کے مسئلہ کو لے کر بعض کوتاہ اندیش اعتراض کرتے ہیں کہ یہ جانوروں پر ظلم ہے، مسلمان ناحق جانوروں کو مارتے ہیں، کسی کی جان لینے میں اللہ کا کیا فائدہ ہے؟ سب سے پہلے اِس خیال کی تردید کی جاتی ہے۔ ارشاد ہے: ــــــ اور ہم نے ہر امت کے لیے قربانی تجویز کی ہے تاکہ وہ اُن پالتو چوپایوں پر جو اللہ نے ان کو عطا فرمائے ہیں اللہ کا نام لیں ــــــ یعنی قربانی میں اللہ تعالیٰ کا کوئی فائدہ نہیں۔ لوگوں کا اپنا فائدہ ہے۔ لوگ قربانی کرکے اللہ کی نزدیکی حاصل کرتے ہیں۔ اور قربانی جانوروں پر ظلم اس لیے نہیں کہ جانور اللہ کی مِلک ہیں۔ لوگوں کی مِلک نہیں۔ ان کو بطور روزی دیئے گئے ہیں۔ اور مالک اپنی مِلک میں جو چاہے تصرف کرسکتا ہے۔ اور اُس کے حکم کی تعمیل ضروری ہے ــــــ اور قربانی کے ذریعہ اللہ کی نزدیکی نفسِ قربانی سے حاصل نہیں ہوتی۔ بلکہ وہ اللہ کے ذکر کا ذریعہ ہے۔۔۔۔۔ اور اللہ کے ذکر سے اللہ کی نزدیکی حاصل ہونا بدیہی بات ہے ــــــ اور قربانی کے ذریعہ اللہ کی نزدیکی حاصل کرنے کا حکم کسی نہ کسی صورت میں ہر شریعت میں رہا ہے۔ آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں کی قربانی کا تذکرہ سورۃ المائدہ (آیت ۲۷) میں آیا ہے۔ اور اہلِ کتاب کے مذہب میں قربانی: مذہب کا ایک اہم رکن ہے۔

موجودہ تورات میں بھی جگہ جگہ سوختنی قربانی کا تذکرہ ہے۔ اور ہندوؤں کے یہاں بھی دیوتاؤں کی بلی کا رواج ہے۔ پس یہ اسلام کا کوئی انوکھا حکم نہیں ــــــ رہی یہ بات کہ قربانی کس چیز کی دی جائے، کب دی جائے، کہاں دی جائے اور کس طرح دی جائے؟ یہ باتیں زمانوں، قوموں اور ملکوں کے اختلاف سے مختلف ہوسکتی ہیں، مگر سب کی روح تقرّب حاصل کرنا ہے۔ اسلام نے قربانی کا ایک خاص نہج مقرر کیا ہے، اور اس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اُسوہ پیشِ نظر رکھا ہے۔ اس کے علاوہ قربانی میں کوئی نئی بات نہیں۔ پس تمہارا معبود ایک معبود ہے، سو اس کی تابعداری کرو ــــــ یعنی اعتراض کرنے والوں کی ایک نہ سنو، اللہ کا حکم مانو۔ اللہ تعالیٰ نے حج میں اور اس کے علاوہ بھی قربانی کا جو حکم دیا ہے اس کی تعمیل کرو ــــــ اور آپ نیازمندوں کو بشارت سنادیجیے ــــــ یعنی جو لوگ اللہ کے حکم کے سامنے سرِ تسلیم خم کرتے ہیں ان کو جنت کی اور جنت کی نعمتوں کی خوش خبری دیجیے۔

(تفسیر ہدایت القرآن ج ۵ ص ۴۷۷، ۴۷۸)

قربانی اور اس کا ثواب:

قربانی ایک اہم عبادت ہے اور شعائر اسلام میں سے ہے، نیز حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی یادگار ہے اور اس کا بڑا اجر و ثواب ہے۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قَالَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مَاھٰذِہِ الْاَضَاحِیْ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ؟ قَالَ: سُنَّۃُ اَبِیْکُمْ اِبْرَاھِیْمَ عَلَیْہِ السَّلَامُ، قَالُوْا: فَمَالَنَا فِیْھَا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ؟ قَالَ: بِکُلِّ شَعْرَۃٍ حَسَنَۃٌ، قَالُوْا: فَالصُّوْفُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ؟ قَالَ: بِکُلِّ شَعْرَۃٍ مِّنَ الصُّوْفِ حَسَنَۃٌ۔ (رواہ احمد و ابن ماجہ)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعض صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ان قربانیوں کی کیا حقیقت اور کیا تاریخ ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے (روحانی اور نسلی) باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے (یعنی سب سے پہلے ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کا حکم دیا گیا اور وہ کیا کرتے تھے، ان کی اس سنت اور قربانی کے اس عمل کی پیروی کا حکم

مجھ کو اور میری امت کو بھی دیا گیا ہے) ان صحابہ نے عرض کیا: پھر ہمارے لیے اے اللہ کے رسول! ان قربانیوں میں کیا اجر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا (قربانی کے جانور کے) ہر ہر بال کے عوض ایک نیکی، صحابہ کرام نے عرض کیا: تو کیا اون کا بھی اے اللہ کے رسول! یہی حساب ہے؟ (اس سوال کا مطلب تھا کہ بھیڑ، دنبہ، مینڈھا، اونٹ جیسے جانور جن کی کھال پر گائے، بیل یا بکری کی طرح کے بال نہیں ہوتے؛ بلکہ اون ہوتا ہے، اور یقیناً ان میں سے ایک ایک جانور کی کھال پر لاکھوں یا کروڑوں بال ہوتے ہیں، تو کیا اون والے جانوروں کی قربانی کا ثواب بھی ہر بال کے عوض ایک نیکی کی شرح سے ملے گا؟) آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں اون والے جانور کی قربانی کا اجر بھی اسی شرح اور اسی حساب سے ملے گا کہ اس کے بھی ہر بال کے عوض ایک نیکی۔ (مسند احمد، ابن ماجہ)" (معارف الحدیث ۳/ ۲۴۶)

قربانی کِس پر واجب ہے؟:

قربانی ہر اُس مسلمان مرد و عورت پر واجب ہے جو عاقل، بالغ اور مقیم ہو یعنی مسافر نہ ہو، اور صاحبِ نصاب ہو۔ صاحبِ نصاب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی ملکیت میں ضرورتِ اَصلِیّہ سے زائد یا تو ساڑھے باون تولہ چاندی ہو یا اس کی موجودہ قیمت کا کوئی اور مال ہو، صاحبِ نصاب ہونے کے لئے ہر اس چیز کی قیمت لگائی جاتی ہے جو ضرورتِ اصلیہ سے زائد ہو، چاہے وہ زیورات ہوں، یا مالِ تجارت ہو، یا ضرورت سے زائد گھریلو سامان ہوں، یا رِہائشی مکان سے زائد مکانات اور جائدادیں وغیرہ ہوں، قربانی واجب ہونے کے لیے مالِ نصاب پر سال کا گزرنا شرط نہیں ہے، لہٰذا اگر کوئی کسی طرح قربانی کے آخری والے دن بھی نصاب کا مالک بن گیا تو اس پر بھی قربانی واجب ہے۔ ضرورتِ اصلیہ سے مُراد وہ ضرورت ہے جو جان یا آبرو (عزت) سے متعلق ہو یعنی جس کے پورا نہ ہونے سے جان یا عزت و آبرو جانے کا اندیشہ ہو جیسے کھانے پینے کے ضروری سامان، پہننے کے کپڑے، رہنے کے مکان، پیشہ وروں کے لیے اس کے پیشہ کے اوزار۔ اِن چیزوں کے ہونے کے بعد جس کے پاس

ساڑھے باون تولہ چاندی یا اس کی جو موجودہ قیمت بنتی ہو اس کے برابر کوئی بھی مال ہو جیسا او پر گذرا تو وہ صاحبِ نصاب ہے، اس کے او پر قربانی واجب ہے۔

مسئلہ: اگر گھر کے تمام افراد (یا کئی افراد) صاحب نصاب ہیں تو ہر ایک پر الگ الگ قربانی واجب ہے، ایک جانور کی قربانی تمام اہلِ خانہ (سب گھر والوں) کی طرف سے کافی نہیں۔

مسئلہ: قربانی صرف گھر کے ذمہ دار پر نہیں؛ بلکہ گھر میں رہنے والے ہر صاحبِ نصاب پر الگ الگ لازم ہے، لہٰذا........ اگر کسی کے بالغ چار بیٹے ہوں اور چاروں کماتے ہوں اور صاحب نصاب ہوں، کاروبار میں ان کی حیثیت باپ کے معاون کی نہ ہو، تو چاروں پر الگ الگ قربانی واجب ہوگی، خواہ سب کی آمدنی والد صاحب کے ہاتھ میں رہتی ہو۔ اور اگر بیٹے باپ کے ساتھ کاروبار میں صرف معاون ومددگار ہوں اور بیٹے صاحبِ نصاب نہ ہوں تو اُن پر قربانی واجب نہیں۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص ہر سال صاحبِ نصاب رہتا ہے تو اُس کو اپنی طرف سے ہر سال قربانی کرنا واجب ہوگا، یہ نہیں کہ ایک سال اپنی طرف سے کرے اور دوسرے سال دوسرے کی طرف سے، اگر دوسرے کی طرف سے کرنا ہے تو ایک سے زائد قربانی کرے، ایک اپنی طرف سے اور باقی دوسرے کی طرف سے۔

مسئلہ: اگر شوہر صاحبِ نصاب ہے، اور بیوی کے پاس بھی نصاب کے برابر زیورات یا نقدی ہیں تو شوہر پر الگ قربانی واجب ہوگی، بیوی پر الگ۔ اگر ایک ہی قربانی کی تو ایک کی طرف سے ادا ہوگی دوسرے کے ذمہ باقی رہے گی۔

مسئلہ: میت کو ثواب پہنچانے کے لیے اُس کی طرف سے قربانی کرنا جائز ہے؛ بلکہ موجب ثواب ہے، جس جانور میں واجب قربانی کے حصے ہوں اُس میں نفلی قربانی کا بھی حصہ لیا جاسکتا ہے، اور میت کی طرف سے قربانی اُس کے نام سے مستقلاً بھی کی جاسکتی ہے۔ اور یہ بھی

جائز ہے کہ نفلی قربانی اپنے نام سے کی جائے اور اُس کا ثواب میت کو پہنچا دیا جائے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معمول:

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بِالْمَدِیْنَۃِ عَشْرَ سِنِیْنَ یُضَحِّیْ (رواہ الترمذی)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (ہجرت کے بعد) مدینہ طیبہ میں دس سال قیام فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم برابر (ہر سال) قربانی کرتے تھے۔ (ترمذی)

اِستطاعت کے باوجود قربانی نہ کرنے والے کے لیے وعید:

جو استطاعت کے باوجود قربانی نہ کرے اس کے لیے سخت وعید آئی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص قربانی کرنے کی استطاعت ہوتے ہوئے بھی قربانی نہ کرے وہ ہماری عیدگاہ میں نہ آئے۔“ (ابن ماجہ؛ بحوالہ تحفۃ الالمعی ۴/ ۴۴۸)

جس کا ارادہ قربانی کرنے کا ہو وہ بال اور ناخن نہ کاٹے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ رَأَی ھِلَالَ ذِی الْحِجَّۃِ وَأَرَادَ أَنْ یُضَحِّیَ فَلَا یَأْخُذَنَّ مِنْ شَعْرِہٖ وَلَا مِنْ أَظْفَارِہٖ۔

جس شخص نے ذوالحجہ کا چاند دیکھا اور اس کا قربانی کرنے کا ارادہ ہے تو وہ اپنے بالوں میں سے اور اپنے ناخنوں میں سے کچھ نہ لے (یعنی بال اور ناخن نہ کاٹے) (ترمذی)

”جس شخص کا قربانی کرنے کا ارادہ ہے اس کو ذی الحجہ کا چاند نظر آنے کے بعد ناخن اور بال نہیں کاٹنے چاہیے تاکہ حاجیوں کے ساتھ مشابہت پیدا ہو، حُجّاج اِن اَیام (دنوں) میں نہ ناخن کاٹتے ہیں نہ بال، اور یہ حکم اِستحبابی (مستحب) ہے، اس لیے اگر زیرِ ناف اور بغل (کے بال، اسی طرح) ناخن کاٹے ہوئے چالیس دن ہوگئے ہیں تو ان کو کاٹنا ضروری ہے؛ کیونکہ چالیس دن سے زیادہ بال اور ناخن وغیرہ نہ کاٹنا مکروہ تحریمی ہے، پس اِستحباب (مستحب) کے لیے مکروہ کا ارتکاب کرنا جائز نہیں۔“ (تحفۃ الالمعی ۴/ ۴۵۳)

قربانی کے جانور:

شریعت مطہرہ سے چار قسم کے جانور کی قربانی درست ہے: ﴿۱﴾ اونٹ (نر و مادہ) ﴿۲﴾ گائے (نر و مادہ) ﴿۳﴾ بھیڑ (نر و مادہ) ﴿۴﴾ بکری (نر و مادہ)۔ پہلی دو قسم کے جانور میں سات لوگ شریک ہو سکتے ہیں، اور اخیر کی دو قسموں کے جانور کی قربانی صرف ایک کی طرف سے جائز ہے۔

نوٹ: بھینس: گائے ہی کی قسم سے ہے، عربی لغت کی تمام معتبر کتابوں میں لکھا ہوا ہے: اَلْجَامُوْسُ، نَوعٌ مِّنَ الْبَقَرِ (بھینس: گائے ہی کی ایک قسم ہے) لٰہذا گائے کی طرح بھینس کی قربانی بھی بلا شک وشبہ جائز ہے۔

مسئلہ: اونٹ کم سے کم پانچ سال، گائے، بیل، بھینس دو سال اور بکرا بکری ایک سال کا ہونا شرط ہے؛ البتہ بھیڑ یا دنبہ ایک سال سے کم کا ہو اور اتنا فربہ (موٹا تازہ) ہو کہ دیکھنے میں سال بھر کا معلوم ہوتا ہو تو اس کی بھی قربانی درست ہے۔

مسئلہ: جانوروں کا سال کا پورا ہونا ضروری ہے، دانتا ہونا ضروری نہیں ہے۔ اور سال پورا ہونے میں چاند کی تاریخ کا اعتبار ہوگا شمسی (انگریزی) وغیرہ تاریخ کا اعتبار نہیں۔

مسئلہ: بڑے جانور جیسے گائے، بھینس وغیرہ میں قربانی کے ساتھ عقیقہ بھی ہو سکتا ہے، جیسے سات افراد میں سے بعض قربانی اور بعض عقیقہ کی نیت سے شریک ہوں تو بھی درست ہے۔

قربانی کا مسنون طریقہ:

جانور کو ذبح کرنے لیے قبلہ رو اِس طرح بائیں پہلو پر لٹائیں کہ سر جنوب کی طرف اور پیر مغرب کی طرف ہوں اور یہ آیت پڑھیں: اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّ مَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ○ اِنَّ صَلٰوتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ○ اَللّٰهُمَّ لَكَ وَمِنْكَ۔ پھر بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہہ کر ذبح کریں، اور

ذبح کے بعد یہ دعا پڑھیں: اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْہُ مِنِّیْ کَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ حَبِیْبِكَ مُحَمَّدٍ وَّ خَلِیْلِكَ اِبْرَاھِیْمَ عَلَیْھِمَا الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ۔ اپنی قربانی کو خود اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا افضل ہے، اگر خود ذبح کرنا نہیں جانتا تو دوسرے سے ذبح کرا سکتا ہے، مگر ذبح کے وقت وہاں خود بھی حاضر رہنا افضل ہے۔ دوسرے کی جانب سے ذبح کرنے والا مِنِّیْ کے بجائے مِنْ کہہ کر اس کا اور اس کے باپ کا نام لے، بڑے جانور جن میں سات افراد شریک ہوتے ہیں اگر آسانی ہو تو سب کا نام لے۔

مسئلہ: بوقتِ ذبح بسم اللہ پڑھنا تو ضروری ہے؛ لیکن دعائیں پڑھنا یا مُضَحّی (جس کی طرف سے قربانی کی جارہی ہے اس) کا نام لینا شرعاً ضروری نہیں ہے، محض دل کی نیت و ارادہ کافی ہے، باقی اگر دعا پڑھ لے اور ناموں کا بھی ذکر کردے تو اچھا ہے۔

مسئلہ: اصل یہ ہے کہ ذبح کرنے والا قبلہ رُو ہو اور جانور کو شمال و جنوب (اتر دکھن) لٹایا جائے جس سے وہ قبلہ رُخ ہو جائے خواہ دائیں کروٹ یا بائیں کروٹ جس میں ذبح کرنے میں سہولت ہو، ایسے بائیں کروٹ لٹانا مستحب ہے۔ بائیں پہلو پر لٹا کر ذبح دو وجہ سے افضل و بہتر ہے: ایک تو اس وجہ سے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی قربانی کے مینڈھے کو بائیں کروٹ پر لٹا کر ذبح فرمایا تھا اور دوسرے اس وجہ سے کہ اس صورت میں ذبح کرنے میں سہولت ہوتی ہے۔

قربانی کا گوشت:

مسئلہ: قربانی کے گوشت کو تین حصوں میں تقسیم کر کے ایک حصہ خود رکھ لینا، ایک حصہ کو اعزاء اقرباء (رشتہ داروں، دوست واحباب) میں تقسیم کردینا اور ایک حصہ فقراء کو دیدینا مستحب ہے، واجب اور ضروری نہیں ہے، اگر قربانی کرنے والا پورا گوشت خود استعمال کرلے تو اس کی بھی گنجائش ہے۔

مسئلہ: اگر آپ کو یقین ہے کہ غیر مسلم قربانی کا گوشت کھائے گا اس کی بے حرمتی نہیں کرے گا تو آپ اسے (غیر مسلم کو بھی) قربانی کا گوشت دے سکتے ہیں۔

مسئلہ: قربانی کا گوشت جتنے دن بھی رکھ کر کھانا ممکن ہو کھا سکتے ہیں۔

مسئلہ: ساتوں افراد کے درمیان گوشت تقسیم کرتے وقت اٹکل (اندازے) سے نہ بانٹیں؛ بلکہ خوب ٹھیک ٹھیک تول کر بانٹیں۔

قربانی سے متعلق متفرق مسائل

مسئلہ: جس جانور کے سینگ قدرتی (پیدائشی) طور پر نہ ہوں اُس کی قربانی صحیح ہے، اور سینگ ٹوٹے ہوئے جانور کی قربانی کے سلسلے میں شریعت کا ضابطہ یہ ہے کہ اگر سینگ ٹوٹنے کا اثر دماغ تک پہنچ گیا یعنی سینگ جڑ سے ٹوٹ گیا تو ایسے جانور کی قربانی درست نہیں ہے، ورنہ (یعنی اگر جڑ باقی ہے اوپر سے سینگ ٹوٹا ہے تو) درست ہے۔

مسئلہ: جس جانور کو کتے نے کاٹ لیا ہو اُس کی قربانی تو درست ہے، مگر چونکہ کتے کے کاٹنے کی وجہ سے اس کے زہریلے اثرات جانور کے پورے جسم میں اور ہر ہر جزء میں سرایت کر جاتے ہیں اس لیے ایسے جانور کا گوشت نہ کھانا چاہیے؛ بلکہ گڑھا کھود کر کہیں دفن کر دینا چاہیے۔ ہاں اگر علاج سے زہر کا اثر ختم ہو گیا ہو تو اُس کا گوشت کھانے میں کوئی حرج نہیں۔

مسئلہ: قربانی کے دن گذر گئے اور مالدار صاحب نصاب شخص نے قربانی نہیں کی تو ایک متوسط درجہ کا (قربانی کے لائق) پورا جانور صدقہ کرے یا اس کی قیمت، گائے یا بھینس وغیرہ کے ساتویں حصہ کی قیمت کا صدقہ کرنا بھی کافی ہے، البتہ اگر ساتویں حصہ کی قیمت ایک متوسط جانور کی قیمت سے کم ہو تو متوسط جانور کی قیمت کا صدقہ کرنا افضل ہوگا۔

جامعہ قاسمیہ اشرف العلوم نواب گنج علی آباد

جامعہ ہٰذا کے لیے قصبہ نواب گنج ہی کی صاحب اولاد دو بیوہ خواتین (محترمہ زوجۂ مرحوم خلیل احمد انصاری ومحترمہ زوجۂ مرحوم مستقیم احمد انصاری) نے ۱۷/ بسوہ زمین وقف کی ہے، اور ۵/ بسوہ زمین قیمتاً لی گئی ہے (جس کی کل رقم الحاج حافظ صغیر احمد صاحب ساکن بہرائچ نے اپنے خسر حاجی عبداللطیف مرحوم اور اپنی اہلیہ محترمہ حجن علیم النساء مرحومہ کے ایصالِ ثواب کے لیے ادا کی ہے) مجموعی طور پر ۲۲/ بسوہ زمین پر جامعہ ہٰذا کی بنیاد ۱۰/ ربیع الاول ۱۴۴۱ھ مطابق ۸/ نومبر ۲۰۱۹ء بروز جمعہ ایشیاء کی سب سے بڑی دینی درسگاہ مادر علمی دارالعلوم دیوبند کے مایۂ ناز استاذ حدیث وتفسیر حضرت اقدس مفتی محمد راشد اعظمی صاحب زِیدَت مَعَالِیھم کے مبارک ہاتھوں سے رکھی گئی تھی۔ الحمدللہ بہت کم مدت میں کافی تعمیر ہو چکی ہے۔ 1520 کے چار کمرے، ایک کمرہ 1510 اور ایک کمرہ 1513 کا اور 100 فٹ سے زیادہ لمبا برآمدہ، تین بیت الخلاء دو استنجا خانے کی تعمیر چھت کے ساتھ مکمل ہو چکی ہے، نیز بلالی مسجد کی بنیاد بھی مکمل ہو چکی ہے۔

مسلسل تعمیری کام جاری ہے، تعمیر کے ساتھ ساتھ عالمت اور حفظ و پرائمری کی تعلیم بھی جاری ہے، الحمدللہ ۶/ افراد کا عملہ ہے، اب تک ۷/ بچے حافظ بھی ہو چکے ہیں۔

اہلِ خیر حضرات سے گذارش ہے کہ بڑھ چڑھ کر مدرسے کا تعاون فرمائیں اور صدقۂ جاریہ کے مستحق بنیں۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ○ (بیشک اللہ تعالیٰ نیک کام کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں فرماتے ہیں)

زین العابدین قاسمی

خادم جامعہ قاسمیہ اشرف العلوم نواب گنج علی آباد ضلع بہرائچ 9670660363